بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمدللہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعذباللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا من یھداللہ فلا مضل لہ و من یظلل فلا ھادی لہ و اشھدان لا الہ الااللہ و اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ

# ''کلمہ'' میں تحریف کے الزام کی حقیقت

محمد نامدار خان بوزئی

مورخہ ۲۶ مارچ ۲۰۰۴ء

سلطنتِ مانڈو کے وزیر میاں الہداد حمیدؓ مہدی علیہ السلام کے مصدقینِ اوّلین میں شمار کیے جاتے ہیں، موصوفؓ، صحابی مہدیؑ ہونے کے علاوہ بلند پایا شاعر بھی تھے اور بہت ہی عمدہ عارفانہ کلام لکھا کرتے تھے۔ میاںؓ کے مندرجہ ذیل لدّنی کلام کو امامنا علیہ السلام نے بہت پسند کیا تھا چنانچہ آپؑ ہی کی اجازت سے اس کلام کو بطورِ وضاحتِ ایقان اوروں کے سامنے پیش کرنے کی اور دائرے میں آٹھوں پہر، ہر نوبت کی ابتداء پر اسے با آوازِ بلند پڑھنے کی روایت شروع کروائی تھی۔

لا الٰہ الااللّٰہ محمد الرّسول اللّٰہ

اللّٰہ الٰھنا محمّد نبیّنا

القران والمھدی امامنا

آمنّاوصدّقنا

جاننا چاہیے کہ کسی فرد کو اسلام قبول کرنیکے لیے مندرجہ ذیل امور پر ایمان لانا، ان کا اقرار کرنا، انہیں دل سے تسلیم کرنا، انکا اللہ کے ساتھ عہد کرنا اور بوقتِ ضرورت ان کی گواہی دینا ضروری ہوتا ہے:

۱۔ اللہ کی وحدانیت پر

۲۔ ملائکہ کے وجود پر

۳۔ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر (چاہے وہ احکامی ہوں یا غیر احکامی)

۴۔ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر (چاہے وہ حکمی ہوں یا غیر حکمی)

۵۔ یوم الدین (یومِ احتساب) پر، جسے یوم الآخر بھی کہا جاتا ہے

۶۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر

۷۔ خیر وشر کا الٰہ بھی اللہ ہی کے ہونے پر (کیونکہ بعض مذاہب میں خیر کا الٰہ اور شر کا الٰہ یعنی دو جدا جدا الٰہوں کا تصور پایا جاتا ہے)

اللہ اور بندے کے درمیان کیے جانے والے اس ''میثاق'' کو جب ایک مربوط مضمون کی شکل دی گئی تو اسے اصطلاحاً ''ایمانِ مفصل'' کا نام دیا گیا۔ ایمانِ مفصل میں مذکور اوامر کے اقرار و گواہی کے اظہار کے لیے عربی زبان کے کلمات پر مشتمل چند جملے متعیّن کیے گئے جنہیں مضامین کے اقسام اور تفصیلات کی بناء پر جدا جدا نام دیئے گئے، مثلاً کلمہ طیبّ، کلمہ شہادت، کلمہ تمجید، کلمہ توحید، کلمہ ردِ کفر وغیرہ۔

جب کسی عاقل، بالغ و آزاد کو مسلمان ہونا منظور ہو تو اسے سب سے پہلے مرحلہ میں اللہ کی وحدانیت تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کو اللہ کا رسول تسلیم کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اس کی شہادت دیئے بغیر ان الفاظ کی ادائیگی محض ایک عقیدے کا بیان (statement) یا کسی مضمون کا عنوان تصوّر کیا جائیگا۔ پس کسی شخص کا **لاالٰہ الااللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ** کہہ دینا دائرے اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں! ''ایجاب وقبول'' اور شہادت دیئے بغیر کوئی فرد بھی زمرے مومنین میں داخل تسلیم نہیں ہوتا!

اس ''کلمہ'' کو بیشمار سخنور شعراء نے میاں الہٰد اد ؒ سے قبل بھی اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔ دراصل یہ کلمات اس طرح استعمال کیئے جاتے ہیں کہ اللہ کی احدیت و وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت مجروح نہیں ہوتی۔ ''کلمہ'' کا ایسا استعمال نہ صرف اگلے وقتوں میں ہوتا رہا ہے بلکہ آجکل بھی ہوتا ہے۔

گو کہ یہ ''کلمہ'' کئی کلمات کا مجموعہ ہوتا ہے اسے دینی اصطلاح میں بصیغہ واحد ''کلمہ طیبّ'' کہا گیا جسے بعض اوقات اختصارِ گفتار کی خاطر ''کلمہ'' بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس ''کلمہ'' کے دو اجزاء ہیں

: پہلا جز **لاالٰہ الااللّٰہ** ہے جبکہ دوسرا جز **محمّد الرّسو ل اللّٰہ** ہے۔اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک پر ایمان رکھتا ہے اور دوسرے پر نہیں رکھتا تو اس کا ایمان غیر مکمل و ناقص مانا جاتا ہے، گویا کہ ان دونوں اجزاء کو ''پہلی کسوٹی'' کی حیثیت حاصل رہی ہے اور یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جسے متوقع مامورین من اللہ کی صداقت جانچنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص ''عیسیٰ ابنِ مریم'' ہونے کا دعویٰ کرے تو اسے بھی اللہ کی احدیت کا اقرار کرنا ہوگا اور محمد بن عبداللہ کی رسالت کی شہادت دینی ہوگی۔کیونکہ ایمان کے یہی دو ایسے اجزاء ہیں جن کی صحت کی بنیاد پر کسی موحد و مشرک اور منکر و مصدقِ محمد ﷺ میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ جب حضرت سیّد محمد بن سیّد عبداللہ بن سیّد عثمان شیرازی نے اپنے ''المہدی'' ہونیکا دعویٰ کیا تو راسخ العقیدہ مسلمانوں نے بیشمار سوالات کیے جنکے جوابات بمعہ مشن کی تشریح کے مہیا کیے گئے؛فرمایا:

''مذہبِ ما کتاب اللہ واتباعِ سنتِ رسول اللہ''

انؑ کے مصدقین پر جب یہ کسوٹی آزمائی جاتی اور ''المہدی'' سے متعلق اُن کے علم وادراک کا ذریعہ و وصیلہ دریافت کیا جاتا یا مقامِ ''داعی'' اور ''شریعت'' کی تفصیلات طلب کی جاتیں تو مصدقین مہدیؑ کے لیے میاں الہداد حمیدؒ کے کلام میں موجود جواب سے بہتر، جامع و مختصر کوئی اور جواب میسّر نہ ہونے کے سبب میاںؒ کے کلام کا دہرایا جانا ضروری ہوجاتا:

**لاالٰہ الااللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ**

(نہیں ہے کوئی معبود سوئے اللہ کے،محمّد للہ کے رسول ہیں)

**اللّٰہ الھٰنا محمّد نبیّنا**

(اللہ ہی ہمارا اللہ ہے،محمّد ﷺ ہمارے نبی ہیں)

**القران والمھدی امامنا**

(قرآن اور مہدیؑ ہمارے امام ہیں)

**آمنّا صدقّنا!**

(ان پر ہم ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں)

مندرجہ بالا الفاظ نہ صرف یہ کہ اُسی الٰہ کے اللہ ہونیکا اعتراف کرتے ہیں جس پر ہر راسخ العقیدہ

مسلمان ایمان رکھتا ہے بلکہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ مصدقین مہدیؑ کے ایمان کی بنیاد صرف اور صرف محمّد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی نبوّت اور رسالت ہی ہے جس کے ذریعہ ہمیں معرفت الٰہیہ سے متعلق ''علم الیقین'' حاصل ہوا اور ہر قسم کے شرک سے نجات نصیب ہوئی۔

درجِ بالا کلمات میں الف اور لام ہر دو جگہ معروفہ ہیں چنانچہ مذکورہ قرآن سے مراد وہ مخصوص و معروف قرآن ہے جسکا ورد نبی کریم ﷺ نے آخری بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کی موجودگی میں فرمایا تھا اور جسے اُمتِ مسلمہ ''عرضہ اخیرۃ'' کے نام سے جانتی ہے۔ یہ وہ مخصوص قرآن ہے جس کے صرف تیس پارے ہیں، یہی وہ قرآن ہے جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہمارا ایمان ہیکہ حدیث، قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی کہ اس قرآن میں نہ تو کوئی آیت منسوخ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی آیت کسی دوسری آیت کی ناسخ ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو ہمارا کوئی قرآن ہے اور نہ ہی دوسری کوئی اور شریعت! ہمارے نزدیک ایمان وعقائد کی بحث اسی قرآن سے شروع ہوتی ہے اور اسی قرآن پر ختم ہوتی ہے!

بالکل ایسی ہی صورتحال ''المہدی'' سے متعلق ہے۔ یعنی ہم چونکہ محمّدؐ کو صدقِ دل سے ''مخبرِ صادق'' جانتے اور مانتے ہیں اس وجہ سے بعثتِ مہدیؑ سے متعلق احادیث، نبوی ﷺ کو رد نہیں کرتے بلکہ ان کو اس کسوٹی پر پرکھتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے حدیث کی صداقت جاننے کے لیے امۃ کو عطا کی ہے۔ فرمایا: ''میرے بعد بہت سی حدیثیں پیش کی جائینگی، ان میں سے جو قرآن سے مطابقت رکھتیں ہوں، قبول کرلو۔ باقی کو رد کردو۔'' (بحوالہ مسند احمد) چنانچہ ہم نے اس کسوٹی کی مدد بھی لی اور ''المہدی'' کو پہچانا۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ یہی وہ مہدیؑ ہے جسکی بعثت کا وعدہ قبل از ظہورِ عیسیٰ ابنِ مریمؑ وقیامِ الساعۃ، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعریضی انداز میں فرمادیا ہے۔ یہی وہ شخصیت ہے جس کا عدلِ الٰہیہ کی حجت کی تکمیل کے سلسلے میں حضرت عیسیٰ کی بعثتِ ثانی اور ''عذابِ عظیم'' (قیامت) سے قبل ''انذار'' کے اعادے کے لیے بھیجے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ تعلیماتِ قرآن کے تحت عذاب سے قبل ''انذار'' کا اعادہ ہی وہ ''حجت'' ہے جس کے بغیر اور اُمّتوں پر بھی اللہ نے عذاب کو قائم نہیں کیا تھا۔

مہدی علیہ السلام کی شخصیت کو قرآن نے سورہ ہود کی آیت نمبر ۱۷ میں مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ

کہہ کرتعریضی انداز میں اسؑ کا ذکر کیا اور اسے صاحبِ بینہ ہونیکا اعزاز بخشا اور..... فَلاَ تَکُ فِی مِرْیَۃٍ مِّنْہُ (اورتمؐ اسؑ کے بارے میں شک نہ کرو) کی ہدایت کی اس کے بعد..... اِنَّہُ الْحَقُّ مِن رَّبِّکَ (بیشک وہ تمھارے رب کی طرف سے سچ ہے) کہہ کراس کے سچ ہونیکی تاکید کردی اور ساتھ ہی ساتھ.... ولٰکِنّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایُوْمِنُوْنَ ...(لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائینگے) کی پیشنگوئی بھی فرمادی۔اسی آیت کے وسط میں.... وَ مَنْ یَکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُہ..(اورفرقوں میں سے جوبھی اس کا انکار کرتا ہےتو پھرآگ [کے عذاب] کا اس سے وعدہ [کیا جاتا] ہے) کہہ کر منکرین کو وعید سنادی!

مذکورہ آیت کے علاوہ دیگر آیات میں بھی اس شخصیت کا ذکرتعریضی انداز میں آنے کے سبب رسولؐ اللہ نے بھی مہدیؑ کی شخصیت کو،الفاظ کے قرآنی معنوں کے تناظر میں ''امام'' اور ''خلیفۃ اللہ'' کے لقب سے متعارف کروایا تھا تاکہ ''ختم النبوت'' کا عقیدہ اورتقدس مجروح نہ ہو۔ایسے تعارفی القابات سے متعارف کروانے میں یہ مصلحت بھی پنہاں تھی کہ مہدی موعودؑ کے''مامورمن اللہ'' ہونے پرشبہہ نہ کیا جائے۔مگرعصرِ جدید کے علماء کی کم علمی اور جہالت نے اس مقدس شخصیت کو''امام مامورمن الناس'' سمجھ لیا اوراس طرح اسےؑ ''کسبی ائمہ'' کی صف میں کھڑا کردیا جس کے نتیجے میں فی زمانہ عقائدی اعتبار سے اسؑ کا درجہ اور مقام ایک فقہی امام یا مسجد کے امام کے برابر باور کروایا جاتا ہے۔(نعوذ باللہ من الذّالک)

اللہ سے ڈرنے والے اور حقیقی معنوں میں کتاب اللہ اورارشادتِ بنویؐ کا علم رکھنے والے، اس پیش کردہ تشریح میں کوئی نقص نہ نکال سکے، پس انہوں نے بھی آمنّا صدقنا کہا کیونکہ مہدیؑ کی منتظرتو وہ بھی تھے اوراس حقیقت سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ مہدیؑ کی آمد کو نہ تو''ختمِ النبوت'' کی سیل توڑنا تسلیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے مصدقین کی فراہم کردہ تشریحات کو''کلمہ'' میں تحریف کے مترادف عمل!

یہ تو اوّلین واقفانِ حقیقت کا حال رہا مگرکم فہم اورہٹ دھرموں کا سلوک وروّیہ ویسا ہی رہا جیسا کہ ہرداعی الیٰ اللہ کے ساتھ ہوتا آیا ہے،ایسے لوگوں کی چونکہ ہرزمانے میں اکثریت رہی ہے

اس وجہ سے منفی نظریات کا پر و پیگنڈ ہ بھی ہر سمت پھیلا اور ایسا پھیلا کہ کم علم تو کم علم، باعلم لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ غرض یہ کہ متعارضین کے مسلسل حملوں کے باعث مصدقینِ مہدی علیہ السلام نے ''کلمہ'' کی مذکورہ بالا تشریح کو جو کہ ایک مصدقِ مہدیؑ کا شاعرانہ کلام تھا اپنے امامؑ کی مرضی کے مطابق باضابطگی سے اپنی پہچان بنا لیا اور بطور تسبیح اور کلمہ طیبہ کی تحلیل، اسے اپنایا تا کہ مصدقین کی آنیوالی نسل کے علاوہ غیروں پر بھی انکے عقیدے کی حقیقت واضح رہا کرے۔

چنانچہ دائروں میں مریدین پابندی سے ہر روز آٹھوں پہر نوبت کے اوقات کے علاوہ بھی نماز عشاء کے بعد اس ''تشریح و تفصیلِ حقیقتِ ایمان'' کو با آوازِ بلند اپنے مرشدین کے سامنے دہرایا کرتے تھے مگر جلد ہی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے اور اہلِ تشیع کے درمیان پائے جانے والے عقائدی فرق سے بھی اپنوں اور غیروں کو واقف کروایا جائے۔ پس اس ضرورت کے تحت ایک اور حقیقت کا اظہار کرنا بھی لازم ہوا اسطرح یہ فرق مندرجہ ذیل کلمات سے واضح کیا گیا جسے اصطلاحاً کلمہ تصدیق بھی کہا جاتا ہے:

اُصَدِّقُ اِنَّ الْمَهْدِی الْمَوْعُوْدَ خَلِيْفَةُ اللّٰه قَدْ جَآءَ وَ مَضٰى اِمَا مُنَا آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا

(تصدیق کرتا ہوں میں کہ مہدی موعود خلیفۃ اللہ تشریف لائے اور گذر گئے، وہ ہمارے امام ہیں ہم انپر ایمان لائے اور ہمنے ان کی تصدیق کی)

مگر مخالفین نے مندرجہ بالا اظہارِ تصدیق و اقرارِ حقیقت کی تمام کوششوں کو ''کلمہ'' میں تحریف سے متعارف کروایا۔ یہ الزام محض جہالت یا ایک علمی بددیانتی کے سواء کچھ اور نہیں تعبیر کیا جا سکتا! یہ ایک کھلی حقیقت ہیکہ اگر کوئی شخص اسلامی عقائد سے ظہورِ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کو خارج کر کے اسلام پیش کرتا ہے تو یہ اسکا جہل، سراسر ضلالت اور دینی خیانت کے مترادف فعل ہے۔ اور اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مامور من اللہ مفترض الاطاعت، واجب الاتباع اور واجب التصدیق ہوتا ہے، اس پر ایمان لانا اور اُس سے بیعت کرنا ''ایمانِ مفصل'' میں اقرار کردہ عہد کے تحت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اب اگر یہ ساری باتیں نا قابل رد ہیں تو تحریف کا الزام لگانے والوں سے ہمیں بھی یہ معلوم کرنے کا حق پہنچتا ہیکہ جب کبھی بھی اور جس کسی

کو بھی یہ لوگ مہدی آخرالزماں تسلیم کرینگے اور جن الفاظ میں وہ اس کی تصدیق کرینگے، وہ الفاظ ہمیں بھی بتادیں تاکہ ہم بھی اپنے الفاظِ تصدیق میں تبدیلی کرلیں اور یہ بھی بتادیں کہ کیا وہ خود بھی اپنے الفاظ کو ''کلمہ'' میں تحریف کا نام دیں گے؟

تحریف کا الزام لگانے والوں کی توجہ ایک انسانی کلام 'دعائے گنج العرش' کے کثیر حصّہ کیطرف مبذول کروانا ضروری ہے جس کا ورد وہ اپنی حاجت روائی کے لیے ''بڑی راتوں'' میں جھوم جھوم کر کیا کرتے ہیں:

لا الٰہ الا اللہ آدمؑ صفی اللہ

لا الٰہ الا اللہ نوحؑ نجی اللہ

لا الٰہ الا اللہ موسٰیؑ کلیم اللہ

لا الٰہ الا اللہ داوٗد خلیفۃ اللہ

لا الٰہ الا اللہ عیسٰیؑ روح اللہ

.......( آخر تک ) اگر مندرجہ بالا کلام ''کلمہ'' میں تحریف نہیں ہے تو:........

**لا الٰہ الااللّٰہ محمّدؐ الرّسول اللّٰہ**

**اللّٰہ الٰھنا محمّدؐ نبیّنا**

**القرآن والمھدیؑ امامنا**

**آمنّا و صدقّنا**

جیسے کلام کو ہمارے معترضین کرم فرما کس نصِ قرآنی کے تحت ''کلمہ'' میں تحریف گردانتے ہیں؟

مہدویت کو خیر باد کہنے والے بھائیوں کو احساس ہوگیا ہوگا کہ ہمنے ''کلمہ'' میں کوئی تحریف نہیں کی ہے تحریف کا خیال محض چند لاعلم ذہنوں کی اختراع ہے۔ جن الفاظ کو تحریف سمجھا جارہا ہے وہ الفاظ وضاحتی الفاظ ہیں جو کہ ہمارے عقیدے کی کھل کر تشریح کرتے ہیں۔ ہم اوروں کی طرح ''کتمانِ حق'' یا تقیہ نہیں کرتے۔ تحریف کا الزام لگانے والوں سے درخواست ہیکہ اپنے عقیدے کو رد کرنے سے قبل قرآن وحدیث کے بغور مطالع کی مدد سے اپنے علم میں اضافہ کریں۔ کم علموں، متعصب وتنگ نظر عالموں،

اشتعال انگیز فسادیوں سے دور رہیں اور صحبتِ صادقین اختیار کریں تا کہ حقیقت کا صحیح ادراک حاصل ہو جائے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نہ تو آپکے اجداد کم علم تھے اور نہ ہی مجہول العقل کہ غلط عقیدہ اختیار کر کے خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو خارج از اسلام کروا کر جہنم کے حوالے کر دیں۔ جاننا چاہیے کہ مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا ضروریاتِ دین کے تحت مفروضات (فرائضِ شریعت) میں سے ایک اہم فرض ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہیکہ اس نے المہدی کے ظہور کی نشانیاں، اس کا مقصدِ بعثت اور اسکے فرائض، ایمان لانے والوں کے لیے قرآنِ مجید میں تعریضی انداز میں بیان فرمادیں ہیں جس کی کسی قدر تفصیل مخبرِ صادق علیہ السلام کی حدیثوں کے ذریعہ ہم تک پہنچادیں ہیں۔

ہماری بدنصیبی یہ ہیکہ اب دائروں میں اس طرح کی تعلیم نہیں دیجاتی جو کہ ابتدائی دور میں دی جایا کرتی تھی۔ فی زمانہ ہر دائرے میں بیانِ قرآن نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ غیروں کے پرو پیگنڈے سے ہم اتنا متاثر ہیں کہ ہمارے اپنے گھروں میں بھی اب نہ تو مہدی علیہ السلام کا نام لیا جاتا ہے اور نہ ہی اپنے بچوں کو اپنی مذہبی اور سیاسی تاریخ سے متعارف کروایا جاتا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہیکہ ہماری اکثریت، مہدویوں اور قادیانیوں کے درمیان پائے جانے والے فرق سے کماحقہ واقف نہیں اور نہ ہی تشخص و فرائضِ مہدی علیہ السلام سے واقفیت رکھتی ہے! ہمارا مذہبی لٹریچر کم از کم پاکستان میں کسی کتب فروش کے پاس دستیاب نہیں اور نہ ہی کوئی اسے چھاپنا چاہتا ہے۔ ہماری تبلیغی سرگرمیاں بالکل ہی موقوف ہیں اسطرح ہمارے بارے میں معلومات کے ذرائع بہت ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں، چنانچہ بہک جانے والوں کے عقائد کی کمزوری انہیں دوسری طرف دیکھنے پر مجبور کر دیتی ہے جس کے سبب یہ لوگ اپنی مساجد کے بجائے غیروں کی مساجد میں واعظ سننے جاتے ہیں نتیجتاً یہ لوگ غیروں کی مساجد کی سجاوٹ، ان کے منبر پر رونق افروز، لباسِ فاخرہ میں ملبوس، فنِ تقریر کے ماہر لفاظوں کی لفّاظی کے اسیر ہو جاتے ہیں اور اگر وہ سحر بیان عرب دنیا سے تعلق رکھتا ہے تو انہیں اس کی قرآن فہمی پر اتنا اعتماد ہوتا ہیکہ اس کے بعد مزید کسی کو سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، حالانکہ عربوں کی قرآن فہمی سند نہیں رکھتی۔ کبھی ہم نے غور ہی نہیں کیا اس ضمن میں قرآن کیا کہتا ہے! سورہ یونس کی آیت ہے:

**اَلْاَ عْرابُ اَشَدُّکُفْرًا وَّ اَجْدَرُاَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ**

(بدوی عرب کفر ونفاق میں بہت سخت ہیں اور یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتے کہ ان احکام کو سمجھ سکیں جو رسولؐ پر نازل ہوئے ہیں)

(بحوالہ: قرآن نمبر، صفحہ ۱۳۲، سیّارہ ڈائجسٹ؛ لاہور، پاکستان)

کیا اس قرآنی وضاحت کے باوجود کسی اور اتھارٹی کی وضاحت باقی رہ جاتی ہے؟ اللہ اپنے اور اپنی موجودہ اور آنیوالی نسلوں کے حال پر رحم کیجئے کیونکہ ان کو دین سکھانے کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر ہے!

حقیقت یہ ہیکہ ہمارے بھائی ''جماعتِ اکثریت'' کا اختیار کردہ ایمان اپنانے میں ہی اپنی امان جانتے ہیں، حالانکہ دین کی صداقت کا تعلق اس کے ماننے والوں کی تعداد کی قلت یا کثرت سے نہیں ہوتا! یہ لوگ پچھلے صفحات پر مذکور قرآنی پیشنگوئی......... وَلٰکِنَّ اَکْثَرَالنَّاسِ لاَ یُؤْمِنُوْنَ... .کو مدِ نظر نہیں رکھتے، غالبًا یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نوسو سال سے زیادہ تبلیغی کوششوں کے باوجود ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد صرف آٹھ اور ایک روایت کے مطابق اسّی تھی جن میں ان کی زوجہ وفرزند شامل نہیں تھے یہی حال آج ہمارا اور ہماری اولاد کا ہے اور آثار بتا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں اس سے بھی زیادہ برا حال ہوجائیگا۔ نہ تو یہودی انہیں اپنا نبی ورسول تسلیم کرینگے اور نہ ہی عیسائی اپنے عقیدے تثلیث سے دست بردار ہونگے اسطرح قیامت کا برپا کیا جانا حِجتِ الٰہیہ کے عین مطابق ہوگا!

ہمارے بھائی جن کے پیچھے چل پڑے ہیں اب ذرا ان کے عقائد کا بھی مختصراً جائزہ پیش کرنا ضروری ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ جن اکابرین سے یہ متاثر ہیں ان کی ایمانی کیفیت کیا ہے اور ''کلمہ'' کے مفاہیم میں انہوں نے کیسی کیسی تحریفیں کیں ہیں اور کس طرح اپنے آپ کو خارج از اسلام کرلیا ہے!

علامہ ابولاوصاف رومی کی کتاب ''دیوبند سے بریلی تک'' (صفحہ:۱۱۹) سے ذیل میں ایک بریلوی شاعر کے دو شعر پیش کیے جارہے ہیں تاکہ جن سے ہمارے بھائی متاثر ہیں انکے عقائد واضح ہو جایں۔ ملاحظہ فرمائیں:

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا تھا مدینہ میں مصطفٰے ہو کر
اللہ کا محبوب بھی کم پایا نہیں ہے
وہاں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

ایک اور کرم فرما کا خیال ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

حقیقت جنکی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ، قل ھواللہ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو اِنّیِ عبداللہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر اِنّیِ انا اللہ بن کے نکلیں گے

محمد سعود عالم قاسمی صاحب مئولف ''فتنہ وضع حدیث'' صفحہ نمبر ۶۵ پر 'شانِ نبوت میں غلوٗ کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں آپؐ کے سلسلے میں عجیب وغریب اور محیر العقول قسم کے قصّے بیان کیے گئے ہیں۔ اس غیر تربیت یافتہ جذبہ عقیدت نے اپ کو بشر ماننے سے انکار کیا۔ اسی غلو آمیز محبت نے آپؐ کو نورِ مجسم قرار دیا اور اسی جذبہ نیازمندی نے آپ ﷺ کو خدائی میں شریک بنادیا۔ کہنے والے نے یہاں تک کہہ دیا:

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سواء کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے، لے لوں گا محمّدؐ سے

(یہاں سعود عالم قاسمی صاحب کی کتاب کا حوالہ ختم ہوتا ہے)

اس کے باوجود یہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ جس اسلام کی وہ پیروی کررہے ہیں وہی صحیح اسلام ہے!

''براۃ اہلِ حدیث'' کے مصنف جناب سید ابو محمد بدیع الزماں شاہ راشدی جنہیں اہلِ حدیث شیخ العرب وعجم مانتے ہیں، صفحہ نمبر ۳۷ پر حنفی قاعدہ (اصولِ کرخی) کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں: اصولِ کرخی، جو اصول فقہ حنفی میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۷ میں ہے،....."الا اصل ان کل ایة تخالف قول اصحابنا فانھا تحمل علی النسخ او علی الترجیح

والاولی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق۔ قانون بیان کرتا ہے کہ جب بھی آیت ہماری مذہبی کتب (فقہ حنفی) کے خلاف نظر آئے تو اسے نہ مانو اور کہا جائیگا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس لیے ہمارے فقہاء نے اسے تسلیم نہیں کیا یا پھیر یہ کہا جائیگا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اسی لیے ہمارے فقہانے اسے تسلیم نہیں کیا یا پھیر یہ کہا جائیگا کہ یہ آیت مرجوح ہے، دوسری عظیم آیت کوئی ملی ہوگی۔ دوبارہ قانون لکھتاہیکہ :الا اصل ان کل قول یجی ء بقول اصحابنا یحمل علی النسخ اوعلی انه معارض بمثله ثمه صارالیٰ دلیل آخر او ترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجه الترجیح او یحمل علی التوفیق ..........کہتاہیکہ جب کوئی حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ملے تو کہا جائیگا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ فقہ (فقہ حنفی) کو رد نہیں کیا جائیگا۔ اس کو منسوخ کہا جائیگا بلکہ کہا جائیگا کہ دوسری حدیث اس کے مقابلے کی ہے اسی لئے تو اسے چھوڑا گیا ہے، انہیں کوئی دوسری دلیل ملی ہے، اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ باقی فقہ (فقہ حنفی) میں کوئی نقص نہیں ہے۔''

اہلحدیث کے شیخ العرب وعجم خود اپنے عقیدے کی تشریح ''انصاف کی ترازو'' کی سرخی لگاتے ہوئے صفحہ:۲۱ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''یہ میزان ہے :۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ۔ امام سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں: المیزان الاکبر هو النبی ﷺ علیه تعرض الاشیاء کلها فما وافقه حق و ما خالفه فهو باطل .......یعنی اصل ترازو رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ ہر چیز کو اسکے اوپر تولو، ہر عمل کو، ہر قول کو، ہر بات کو، ہر فیصلے کو اس کے اوپر تولو، جو اسکے ساتھ ملے (موزوں ومطابق ہو) وہ ہمارا مذہب ہے۔''

مندرجہ بالا بیان میں جو چیز قابلِ غور ہے وہ یہ ہیکہ ان کے نزدیک قرآن اصل ترازو نہیں ہے بلکہ حدیث وسنتِ رسول ﷺ ''اصل ترازو'' ہیں۔ بالفاظِ دیگر قرآن حاکم نہیں بلکہ تابع رسول ﷺ ہے! (نعوذ باللہ من الذالک)

محترم قاضی قدیرالدین صاحب اہلِ فقہ اوراہلِ حدیث کے عقائد کا جائزہ پیش کرتے ہوئے ''اسلام میں فرقہ بندی کی ابتدا'' کے صفحہ ۹۴،۹۵ پر لکھتے ہیں:

امام شافعی کے مسلکِ حدیث کی رو سے عقیدہ یہ قرار پا گیا کہ احکام وقوانین سب کے سب حدیث کے اندر موجود ہیں یہ مکمل بھی ہیں اور غیر متبدل بھی اس لیے نہ کسی نئے قانون وضع کرنیکی کی ضرورت ہے نہ احکام میں ردوبدل کرنے کی اجازت۔ یہ اہلِحدیث کا مسلک تھا اہلِ فقہ نے شروع شروع میں اس مسلک کی مخالفت کی اور کہا کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں قیاس (اجتہاد) کی رو سے نئے نئے احکام مستنبط کیے جا سکتے ہیں اور جس حکم پر اجماع ہو جائے وہ امت کے لیے قانون بن جائیگا۔ یہ جو ہمارے ہاں مشہور ہیکہ قانون کے چار ماخذ ہیں یعنی قرآن، حدیث، قیاس، اور اجماع اس کی سند یہی فقہی مسلک ہے اس سے بحر حال نئے احکام وضع کرنے کا امکان موجود رہا لیکن بعد میں انہوں نے بھی یہ عقیدہ اختیار کرلیا کہ اب اجتہاد کا دروازہ بند ہے اس لیے نہ سابقہ فقہی فیصلوں میں تبدیلی ہوسکتی ہے اور نہ ہی نئے احکام وضع کیے جا سکتے ہیں، اہلِ حدیث کا عقیدہ تھا کہ جب قرآن اور حدیث میں تضاد پایا جائے تو حدیث کا حکم برقرار رہیگا کیونکہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور اسے منسوخ بھی کرسکتی ہے۔ یہی عقیدہ اہلِ فقہ نے بھی اختیار کرلیا چنانچہ فقہ حنفی کے ایک امام مسلم ابوالحسن عبیداللہ الکرخی کا قول ہیکہ: ہر وہ آیت جو اس مسلک کے خلاف ہو جس پر ہمارے اصحاب ہیں وہ یا تو ماول ہے اور یا منسوخ اور اس طرح جو حدیث اس قسم کی ہو وہ ماول یا منسوخ ہے۔''

ملاحظہ فرمایا آپنے ؟..... مذکورہ فرقوں کے نزدیک دین میں سند فقہ اور روایات ہیں قرآن کا وہی مفہوم قابل قبول ہے جسکی تائید فقہ اور روایات سے ہوتی ہو۔یعنی یہ حضرات بجائے اسکے کہ روایات اور تاریخ کو قرآن کا تابع رکھیں ،قرآن کو روایات اور فقہ کا تابع رکھتے ہیں!(نعوذ باللہ)

ان کی ایک اور کمزوری یہ ہیکہ ان کے اکابرین کی اکثریت یا تو فلسفہ ''وحدت الوجود'' پر یقین رکھتی ہے یا پھر فلسفہ ''وحدت الشہود'' پر۔ اول الذکر کے سرخیل شیخِ اکبر ابنِ عربی ہیں جبکہ دوسرے کے شیخ احمد سرہندی ہیں۔ ان دونوں فلسفوں میں نزاع صرف لفظی ہے چنانچہ وحدت الشہود کے بارے میں علامہ ابوالخیر اسدی (مرحوم) فرماتے ہیں: ''یہ نظریہ ایک وقتی ضرورت تھا۔ اکبر کے دینِ الٰہی کے سیلاب نے اس وقت کفر اور اسلام کے بنیادی فرق کو چونکہ ختم کر دیا تھا اسلئے مجدد صاحب نے اس وقت وحدت الوجود کی ان الحادی تعبیر کی قدرے ترمیم کر کے اسے وحدت الشہود کی اصطلاح میں تبدیل کر دیا۔'' (بحوالہ صفحہ:۲۱،فلسفہ توحید کی عجم تشکیل)

اسی کتاب میں صفحہ ۱۶۳ پر اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب ''ظہور العدم بنور القدم'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وحدالوجود اور وحدت الشہود کے نظریئے میں فرق صرف لفظی اختلاف ہے،حقیقت میں دونوں کا مآل کار ایک ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ اپنے مکتوبِ مدنی میں بھی یہی فیصلہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدّد اور ابنِ عربی کے نظریئے میں صرف لفظی فرق ہے ورنہ حقیقتِ محمدیہ کی تعبیرات تک دونوں حضرات متفق نظر آتے ہیں۔حضرت شاہ اسماعیل شہید'عبقات' میں فرماتے ہیں: حضرت مجدّد صاحب آخری وقت میں وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے اسلئے ہمنے اس کتاب میں وحدت الشہود کی بحث کو نہیں چھیڑا۔''

ایک مشہور اسکالر محترم ظفر اقبال خانصاحب، ماہنامہ الاخوۃ؛ مارچ ۲۰۰۲ء کے صفحہ نمبر ۴۱ پر لکھتے ہیں:

''جو صوفیہ، مشائخ اور اکابر علماء عقیدہ وحدت الوجود سے منسلک ہیں وہ حضرات کلمہ طیبہ کی اپنے عقیدے کے مطابق اس طرح تشریح کرتے ہیں۔(چنانچہ) غزالی دوراں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:

وحدت الوجود کا مسئلہ تو عین ایمان ہے۔تمام انبیاء اور اولیاء یہی سبق دینے آئے تھے اور یہی ہمارا کلمہ ہے۔ **لا** حرفِ نفی ہے۔**الٰہ** منفی۔ **الا** حرفِ مستثنیٰ مثبت، **اللّٰہ** مستثناء مثبت، جس چیز کی نفی **لا** کر رہا ہے۔**الا** نے اسکا اثبات کیا ہے۔تو کلمہ شریف کا یہ معنیٰ ہوا:

(۱) **لا معبود الااللّٰہ**

(۲) **لا مطلوب الااللّٰہ**

(۳) **لامقصود الااللّٰہ**

(۴) **لاموجود الااللّٰہ**

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود، مطلوب، مقصود اور موجود نہیں ہے۔ان میں فرق صرف اتنا ہیکہ اس میں پہلے معنی عوام کے لئے ہے اور دوسرا معنی خواص کے لئے ہے اور تیسرا معنی خاص الخاص افراد کے لئے ہےاور چوتھا معنی مقربین کے لئے۔ایمان کا دارومدار کلمے کے پہلے مفہوم پر ہے اور اصلاح کا دارومدار دوسرے مفہوم پر اور سلوک کا دارومدار کلمے کے تیسرے مفہوم پر ہے اور وصول اور تقرب کا دارومدار کلمے کے چوتھے معنی یعنی **لاموجود الااللّٰہ** پر ہے۔

وحدالوجود کا انکار کلمہ شریف کا انکار ہے۔(مناقبِ کاظمی، صفحہ۱۵۱)''

کلمہ کی مندرجہ بالا چوتھی تفہیم سے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہیکہ کیا یہی وہ فکر تھی جس کو ذریعہ بنا کر صحابہ اکرامؓ اور صلحاء عظام و اکابرینِ دین نے اللہ کا تقرب حاصل کیا تھا؟ کیا ان وجودیوں اور شہودیوں نے کبھی بھی یہ نہیں سوچا کہ جب سوائے معبودِ حقیقی کے کوئی اور موجود ہی نہیں ہے یعنی نہ انسان نہ دیگر مخلوق، نہ جن، نہ ملائیکہ تو پھر یہ قرآن کس کے لئے نازل کیا گیا ہے؟ انبیاء و مرسلین کس کی طرف بھیجے گئے ہیں؟ اللہ کون ہے اور عبداللہ کون؟ اگر اس تشریح پر شبہہ ہو تو آپ خود ہی ''فصوص الحکم'' میں موجود حضرت ابنِ عربی کے خیالات وتشریح ملاحظہ فرمالیں:

**فیا لیت شعری من یکن مکلفا     و ما ثم الاللّٰہ لیس سواہ**

(اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں عبادت کا مکلّف کون ہے اس لئے کہ یہاں تو اللہ کے سواء کسی اور کا وجود ہی نہیں ہے!)

(مذکورہ بالا شعر بحوالہ: فلسفہ توحید کی عجمی تشکیل؛ مصنفہ علامہ ابوالخیر اسدی، مخدوم رشید ملتان)

کیا نبی کریم ﷺ نے ہمیں نہیں بتایا تھا کہ عبادت کا مکلّف کون ہے؟ دوسرے یہ کہ اگر اللہ کے سواء کسی اور کا وجود ہی نہیں اور سب ہی کچھ اللہ ہی ہے تو پھر خانہ کعبہ سے تین سو ساٹھ بتوں کو نبی کریم ﷺ نے نکال باہر کرنے کی تکلیف کیوں گوارا کی تھی؟

قرآنِ مجید کی آیتِ کریمہ ہے: **کل شئی ھالک الا وجھہ**۔ اس آیتِ کریمہ سے کائنات اور اللہ کی ساری مخلوق کے عارضی وجود کا ثبوت مل رہا ہے کیونکہ اگر کوئی چیز موجود ہی نہ ہو تو اس کے ہلاک ہونیکا تصور کیسا؟ اسی سبب مہدی علیہ السلام نے صرف اور صرف ایک الٰہ جس کی ذات و صفات قرآنِ مجید میں مذکور ہیں، بس اسی الٰہ کے دائمی وذاتی وجود کی تلقین کی ہے اور یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہیکہ مہدی علیہ السلام کی دی ہوئی ''الاحسان'' کی تعلیمات کا ابنِ عربیؒ کے فلسفے سے کوئی تعلق نہیں ہے!

اب اگر کسی کو وجودیوں کے خیالات معلوم کرنے ہوں تو شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی کی تصنیف ''کلمۃ الحق'' اور اس کے رد میں لکھی ہوئی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی تحریر ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' کا مطالعہ کرلے۔

یہ تو رہا ان لوگوں کا کلمہ طیبہ میں تحریف اور اسکے فہم کا حال۔ اب ایک نظر ان کے نظریہ صحتِ قرآن پر ہو جائے۔ ان میں کی اکثریت ''سبعہ قرآۃ'' پر ایمان رکھتی ہے اور جس کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ قرآن کی منزّل آیات کو کئی طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی مگر اب امۃ کا اجماع صرف سات قرآتوں پر ہوا چنانچہ انہی سات مختلف نسخوں کو حضرت عثمانؓ نے اس طرح مدوّن کروایا کہ ساتوں قرآاۃ ایک ہی نسخہ میں سما گئیں۔ علامہ جسٹس تقی عثمانی صاحب ''علوم القرآن'' میں سبعہ قرآاۃ کی بحث کا خلاصہ اسطرح لکھتے ہیں:

''ا۔ امت کی آسانی کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ فرمائش کی تھی کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کو صرف ایک ہی طریقہ پر منحصر نہ رکھا جائے بلکہ اسے مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی جائے چنانچہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا۔

۲۔ سات حروف پر نازل کرنیکا راجح ترین مفہوم یہ ہیکہ اس کی قرآۃ میں سات نوعتوں کے

اختلافات رکھے گئے جن کے تحت بہت سی قرآتیں وجود میں آگئیں۔

۳۔شروع شروع میں ان سات وجوہِ اختلاف میں سے اختلافِ الفاظ ومرادفات کی قسم بہت عام تھی یعنی ایسا بکثرت تھا کہ ایک قرآۃ میں ایک لفظ ہوتا تھااور دوسری قرآت میں اسکا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ لیکن رفتہ رفتہ جب اہلِ عرب قرآنی زبان سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو یہ قسم کم ہوتی گئی یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرائیلؑ کیساتھ قرآنِ کریم کا آخری ورد کیا (جسے عرضہ اُخیرہ کہتے ہیں) تو اس میں اس قسم کے اختلافات بہت کم کردئے گئے، اورزیادہ ترصیغوں کی بناوٹ،تذکیرو تانیث،افرادوجمع،معروف ومجہول اور لہجوں کے اختلاف باقی رہے۔

۴۔جتنے اختلافات عرضہ اُخیرہ کے وقت باقی رہ گئے تھے حضرت عثمانؓ نے ان سب کواپنے مصاحف میں اسطرح جمع فرمادیا کہ ان کونقطوں اورحرکات سے خالی رکھا،لہٰذہ قرآتوں کے بیشتر اختلافات اس میں سما گئے اور جوقرأتیں اس میں نہیں سما سکیں انہیں دوسرے مصاحف میں ظاہر کردیا اسی بناءپرعثمانی مصاحف میں کہیں کہیں ایک ایک،دودولفظ کا اختلاف پیدا ہوا۔

۵۔حضرت عثمانؓ نے سات مصاحف لکھوائے اور ان میں سے سورتوں کوبھی مرتب فرمادیا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں سورتیں غیر مرتب تھیں نیز قرآن کریم کے لیے ایک رسم الخط متعین کردیا اور جومصاحف اس ترتیب اوراس رسم الخط کے خلاف تھے انہیں نذرِ آتش کردیا۔

۶۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اوروہ اس ترتیب کو باقی رکھنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے اپنا مصحف نذرِ آتش کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ کے حوالے نہیں کیا۔''(ملاحظہ ہو،علوم القرآن،صفحہ۱۵۵اور۱۵۶)

راقم الحروف کا خیال ہیکہ علامہ تقی عثمانی صاحب نےصورتحال کی سنگینی کوضرورت سے زیادہ نرم اورمحتاط الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اگر ہم سات مختلف نسخوں کو قبول کرلیں تو ''عرضہ اُخیرہ'' کی بھی سات قسمیں یعنی سات مختلف قرآن تسلیم کرنے پڑیں گے! یا پھرعرضہ اُخیرہ

والی روایت کوناسخ ومنسوخ کے فلسفے کی بھینٹ چڑھانا ہوگا!

میرے معصوم وسیدھے سادے بھائیوں کومعلوم ہونا چاہیے کہ جنکے پیچھے یہ بھاگے جارہے ہیں ان کی اکثریت قرآن میں موجود بعض آیات کومنسوخ تسلیم کرتی ہے! مسلمانوں کی مذہبی تاریخ میں ایک دورایسا بھی تھا جبکہ ان منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو کے قریب تسلیم کیجاتی تھی۔ پھرایسا دورآیا کہ یہ تعداد گھٹ کر پونے تین سو کے قریب رہ گئی۔ مہدی علیہ السلام نے ناسخ ومنسوخ آیات کے فلسفے کا مکمل طور سے رد کیا ہے چنانچہ ہم اسی عقیدہ پر ہیں۔ اس دور کے بعد مخالفین نے انیس آیات کے منسوخ ہونے پر اجماع قائم کرلیا۔ محترم شاہ ولی اللہ اوران کے ماننے والوں کے پاس منسوخ آیات کی تعداد گھٹ کر صرف پانچ رہ گئی ہے! یہ توصرف ایک مثال ہے ان لوگوں کی قرآن فہمی کی!!!

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ''سبحان السبوح'' (از احمد رضا خان بریلوی) کے صفحہ ۱۴۲ کے حوالے سے احمد رضا خان صاحب کے اسلوبِ بیان کو اپنی کتاب ''بریلویت'' صفحہ ۵۰ پر اسطرح دہرایا ہے جس سے نہ صرف خان صاحب کے اصلوبِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ان کے پاس اللہ کے مقام اور تقدس کے درجہ کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے۔ بزرگوں کا قول ہے: ''نقل کفر کفر نہ باشد'' ورنہ ان گندے الفاظ کو لکھتے ہوئے قلم لرز رہا ہے اور دل کانپ رہا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کے دل میں اللہ کا کسقدر خوف پایا جاتا ہے۔ دیوبندیوں کے افکار کا رد کرتے ہوئے خانصاحب لکھتے ہیں:

''تمھارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے ورنہ دیوبند کے چکلے والیاں اس پرہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا!'' (بحوالہ: بریلویت، تاریخ وعقائد، مؤلف امام العصر علاّمہ احسان ظہیر الٰہی شہید، مترجم عطا الرحمٰن ثاقب۔ ادارہ ترجمان السنہّ، اردو بازار؛ لاہور)

''کلمہ'' میں تحریف پر البیان المسیح فی وفات المسیح ... کے صفحہ ۲۴ پر محترم شیخ عبدالرحمٰن تونسوی (ایم۔ اے عربی، ایم۔اے اسلامیات، فاضل علوم دینیہ : دارالعلوم کبیر والا ،ملتان) لکھتے ہیں ''اصلی بیاضِ محمدی'' کے صفحہ ۵۷، ۵۸ پر ظہیر احمد، استاذ دارالعلوم دیوبند لکھتا ہے، دریافتِ چور اور محبوبہ اور محبوب کو اپنانے کے لیے کلمہ اسطرح پڑھا جائے۔

۱۔ علیقه ملیقه تلیقه نلیقه بحق لااله الاالله محمد رسول ا لله علی ولی الله

۲۔لا الہ الشیے الااللہ قریشی محمد رسول اللہ فلاں بن فلاں کو مجھ بن چین نہ پڑے۔

اسی طرح ''اعمالِ قرآنی'' حصہ سوم مصنفہ اشرف علی تھانوی کے حوالے سے بھی تحریفِ قرآن کا نمونہ بھی پیش کیا ہے جسے یہاں اختصار کی خاطر درج نہیں کیا جا رہا ہے۔اگر کسی کو رغبت ہو تو عبدالرحمٰن تونسوی صاحب کی محوالہ کتاب کا مطالعہ کر لے۔

علامہ مشرقی اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''مولوی کا غلط مذہب'' کے صفحہ ۱۷۸ پر، 'ملاّ کی بے حیائی اور گندہ ذہنی' کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں: ''مدرسہ دیو بند کے ایک بد اطوار رسالے میں میں نے ابھی کچھ مدت ہوئی ایک بڑے مولوی کے دستخط سے ایک لمبا چوڑا مقالہ عین سرِ ورق پر لکھا دیکھا جس کا موضوع ''شرعی طور پر'' معاذ اللہ یہ ثابت کرنا تھا کہ سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والسلام کی قوتِ مردمی نو ہزار انسانوں کی قوۃ باہ کے برابر تھی! اس پاک اور بے عیب رسول کے متعلق اس دیدہ ذہنی سے اس نابکار اور رو سیاہ ملاّ نے اپنے نفس کا چراغاں رچایا تھا کہ میں شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا! مجھے اختیار ہوتا تو عین دیو بند کی گدّی پر اس ناپاک ملاّ کو طالبعلموں کے سامنے تلوار سے قتل کر دیتا اور اسی مدرسے کے صحن میں اسکا سر مہینوں لٹکائے رکھتا تاکہ عبرت حاصل ہو۔''

راقم الحروف کا خیال ہیکہ علاّمہ کی نظر تفسیر ابنِ کثیر میں مذکور حوروں کی تفصیل نہیں گذری اور اگر وہ نظر سے گذر جاتی تو پتہ نہیں کیا سزا تجویز فرماتے۔علاّمہ ابنِ کثیر فرماتے ہیں ''صور کی مشہور مطول حدیث میں ہیکہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو جنت میں لیجانے کی سفارش کرینگے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں نے آپکی شفاعت قبول کی اور آپؐ کو انہیں جنت میں پہنچانیکی اجازت دی، آپؐ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت میں لیجاونگا، خدا کی قسم تم جس قدر گھر بار اور اپنے اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہلِ جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوگے۔ پس ایک ایک جنتی کی بہتر، بہتر بیویاں ہونگی جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے اپنی ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی۔جنتی ان میں سے ایک ایک کے پاس جائیگا یہ اُس بالا خانہ میں ہونگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہوگا، اُس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا۔ستّر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خاص ریشم کے ہونگے۔ یہ بیوی اسقدر نورانی ہوگی کہ

اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف جو دیکھے گا تو صاف نظر آ جائیگا، کپڑے گوشت، ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی۔ اسقدر اس کا پنڈہ صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈالدیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئیگا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا۔ الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی وہ اس کا۔ یہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول ہوگا، نہ یہ تھکے نہ وہ، نہ اسکا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کریگا تو کنواری پائیگا، نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گذرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے۔ یہ یونہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئیگی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھریگا نہ ان کا آپ سے مگر آپکی دوسری بیویاں بھی ہیں۔ اب یہاں سے باہر آئیگا اور ایک ایک کے پاس جائیگا جس کے پاس جائیگا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہہ سے نکل جائیگا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ بھی جماع کرینگے؟ آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، خوب اچھی طرح بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائیگی۔ حضورؐ فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی طاقت عطا کیجائے گی۔ حضرت انسؓ نے پوچھا حضور! کیا اتنی طاقت رکھیگا؟ آپؐ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملیگی۔ طبرانی کی حدیث میں ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئیگا۔ حافظ عبداللہ مقدسیؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرطِ صحیح پر ہے، واللہ اعلم'' (جلد پنجم، سورہ واقعہ، صفحہ ۷۶ تا ۷۷، تفسیر ابنِ کثیر۔ نور محمد کارخانہ کتب، آرام باغ؛ کراچی)

''مولوی کا غلط مذہب'' جو کہ علامہ مشرقی کے مختلف مضامین پر مشترکہ طور پر اجی فراجی اور حمید الدین احمد کی مرتبہ کتاب ہے، میں علامہ مشرقی نے کفر سے متعلق اجراء کردہ فتوں کا ذکر ۱۹۰ سے ۲۰۷ تک بڑی تفصیل سے حوالہ جات کیساتھ کیا ہے اور میرے ہر دیانتدار بھی کو پڑھنا چاہیے تاکہ مہدویوں پر لگائے گئے الزامات کا غیر جانبدار محاسبہ وہ خود کر سکے۔ یہاں اختصار کی خاطر ہم صرف

چند نمونے پیش کرتے ہیں:

## مولوی محمد حسین بٹالوی اہلِ حدیث پر فتویٰ

’’کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانے میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدے کو جس پر تمام اہلِ سنت وہی یقین رکھتے ہیں، سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اہلِ سنت اسے راہِ راست سے سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا ملحد ہے؟

(اشتہار المرقوم ۲۹/دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۵/شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ)

الجواب:

سب نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہیکہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج، مخشوس الرائے، یاوہ گو، عبدالدنیا، دجال، کذاب، ضال، کافر قرار دیا گیا۔

اس فتویٰ پر قریباً پچیس علمائے مقلّدین اور غیر مقلّدین کے دستخط ہیں۔ (فتویٰ المرقوم ۲۹/دسمبر ۱۸۹۸ء/۱۵/شعبان ۱۳۶۱ھ)

(بحوالہ، صفحہ ۱۹۹، مولوی کا غلط مذہب)

## مولوی قاسم نانوتوی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ مرتد ہیں

## تین صد علماء کا فتویٰ

مولوی احمد رضا خان بریلوی سرگروہ بریلی نے ان علماء کے عقائد کا ذکر کر کے لکھا

ہیکہ ''کلھم مرتدون باجماع الاسلام '' یہ تمام علماءاوران کے متبع باجماع اسلام مرتد اورخارج ازاسلام ہیں۔اسی فتویٰ پرعلماءحرمین شریفین اورمفتیوں اورقاضیوں کے دستخط اورمہریں ثبت ہیں۔(۱)ختم نبوت کاانکارکرتے ہیں(۲)آنحضرتؐ کی توہین کرتے ہیں(۳)امکانِ کذبِ باری تعالیٰ یعنی خداجھوٹ بول سکتاہے۔اس لئے ان کے متعلق لکھاہیکہ ''جوانکے کافرہونے میں شک کرے وہ بھی کافرہے۔''

(کتاب حسام الحرمین صفحہ ۱۰۰،۱۱۳،بحوالہ 'مولوی کاغلط مذہب')

## تین صد علماءکافتویٰ وہابیہ دیوبندیہ کے خلاف

برادران !اس زمانے میں اسلام کوجس قدرنقصان صرف وہابیہ دیوبندیہ کے اکیلے گروہ نے پہنچایا ہے۔تمام باطل فرقے مجموعی طور پراتنا نقصان نہیں پہنچاسکے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہیکہ برخلاف اورفرقوں کے وہابیہ دیوبندیہ نے اپنا کوئی علیحدہ نام نہیں رکھا بلکہ اسلام سے علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی یہ فرقہ اپنے آپ کوسنّی حنفی کے نام سے ظاہرکررہاہےاورناواقف سنّی بھائی اس وجہ سے دہوکہ کھاتے اوراپناہم خیال سمجھ کرملاپ رکھنے کیوجہ سےان کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبادتوں میں تمام اولیاء،انبیاءحتّٰی کہ سیّدالاولین وآخرین صلّی اللہ علیہ وسلم اور خاص ذاتِ باری تعالیٰ شانہ کی اہانت اورہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً!مرتدوکافرہیں اورانکاارتدادو کفرسخت سخت درجہ تک پہنچ چکاہے ایسا کہ جوان مرتدوں وکافروں کے ارتداد میں ذرابھی شک کرے مرتداورکافرہے۔مسلمانوں کوچاہیے کہ ان سے بالکل محترزومحتسب رہیں،ان کے پیچھے نماز پڑھنے کاتوذکرہی کیاہے اپنے پیچھے بھی ان کونماز نہ پڑھنے دیں اورنہ ہی مسجدوں میں گھسنے دیں، نہ انکاذبیحہ کھائیں،نہ انکی شادی غمی میں شریک ہوں،نہ اپنے پاس ان کوآنے دیں۔یہ بیمارہوں عیادت کونہ جایں،مریں توگاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔غرض ان سے بالکل احتیاط واجتناب رکھیں۔دیکھوتین صدعلماءکامتفقہ فتویٰ۔

منیجرحسن برقی پریس،اشتیاق منزل،۴۳ہیوٹ روڈلکھنومیں چھپا''

(بحوالہ: صفحہ نمبر ۱۹۴، ۱۹۵؛ مولوی کا غلط مذہب، التذکرہ پبلیکیشنز، ذیلدار روڈ، اچھرہ؛ لاہور)

مجھے یقین ہیکہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد میرے معصوم و ناواقف بھائیوں کو اوروں کے ایمان کی حقیقت کا بھی کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اور ان کے لاشعور میں اوروں کی طرف سے فتوے کفر کا جو خوف بیٹھا ہوا ہے وہ بھی دور ہو چکا ہوگا۔ ان دو چار مثالوں کو پیش کرنیکا مقصد یہ ہیکہ ہمارے بھٹکے ہوئے بھائی خود ہی فیصلہ کر لیں کہ دین کے ہر پہلو میں تحریفات کے مرتکب کون لوگ ہیں۔ آخر میں ان سے یہی التجا ہیکہ اپنے بزرگوں کے عقائد سے بھی صحیح طور پر کما حقہ واقفیت حاصل کر لیں تا کہ آخرت سدھر جائے اور روزِ حساب، اللہ کے علاوہ اپنے بزرگوں کے سامنے بھی شرمندگی نہ ہو۔

## حوالا جات:


۱۔ قرآن نمبر، ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ — تیسرا ایڈیشن، جنوری ۱۹۸۸؛ لاہور

۲۔ دیوبند سے بریلی تک — ابوالاوصاف رومی؛ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰، انارکلی لاہور

۳۔ براۃ اہلحدیث، اشاعتِ چہارم — ابومحمد بدیع الزماں شاہ راشدی، جامع مسجد الراشدی، موسیٰ لین لیاری؛ کراچی

۴۔ اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء — قاضی قدیر الدین، پبلشر، دوست ایسوسی ایٹس؛ لاہور

۵۔ فلسفہ توحید کی عجمی تشکیل — ابوالخیر اسدی، ادارئے اسلامیہ، مخدوم رشید، ملتان

۶۔ علوم القرآن — رٹائرڈ جسٹس تقی عثمانی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

۷۔ مولوی کا غلط مذہب — عنایت اللہ خان مشرقی، التذکرہ پبلیکیشنز، ذیلدار روڈ، اچھرہ؛ لاہور

۸۔ تفسیر ابنِ کثیر — اسماعیل بن عمر بن کثیر، مترجم محمد میمن جونا گڑھی، نور محمد کارخانہ کتب، آرام باغ، کراچی

۹ بریلویت، تاریخ وعقائد — احسان الٰہی ظہیر، ادراہ ترجمان السنۃ، اردو بازار لاہور

۱۰۔ البیان المسیح فی وفات المسیح — عبدالرحمٰن تونسوی، فاضل علومِ دینیہ، دارالعلوم کبیر والہ؛ ملتان

۱۱۔ تفسیر منسوخ القرآن — رحمت اللہ طارق، دوست ایسوسی ایٹس؛ اردو بازار لاہور

۱۲۔ فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان — محمد سعود عالم قاسمی، اہلحدیث ٹرسٹ، مرکزی جامع مسجد اہلِ حدیث، کورٹ روڈ کراچی